آدھی صدی کا سفر

مکرم عرفان احمد خان صاحب۔ جرمنی

سفیر پاکستان سے ملاقات

ان دنوں دراز قد، حلیم طبیعت سید سجاد حیدر صاحب جرمنی میں پاکستان کے سفیر تھے۔ انبالہ ان کا آبائی وطن تھا اور تقسیم ہند سے پہلے وہ انڈین سِول سروس کا امتحان پاس کر چکے تھے۔ پاکستان بننے کے بعد وزارت خارجہ سے منسلک ہو گئے۔ بہت سادہ مزاج، ملنسار طبیعت کے مالک تھے۔

اس زمانہ میں جو چندسو پاکستانی جرمنی میں موجود تھے ان کی بڑی اکثریت فرانکفرٹ اور اس کے گردونواح میں رہتی تھی۔ اس کی بڑی وجہ یہاں امریکن آرمی کی موجودگی تھی جہاں انگریزی زبان سے واقفیت کی بدولت ملازمت اور ورک پرمِٹ بہت آسانی سے مل جاتے تھے۔ دوپہر ڈھلنے کے بعد سفیر پاکستان جناب سید سجاد حیدر صاحب حضور سے ملنے کے لئے تشریف لائے۔ یہ ملاقات حضور کے دفتر میں ہی ہوئی البتہ دعوتِ عصرانہ کا انتظام مشن ہاؤس کے عقب میں موجود گراسی پلاٹ میں کیا گیا تھا جس میں تمام حاضرین شامل ہوئے۔ دعوت عصرانہ کے دوران بھی اصل گفتگو حضور اور سید سجاد حیدر صاحب کے درمیان جاری رہی۔ وہاں موجود دیگر شرکاء اس گفتگو سے محظوظ ہوتے رہے۔ گفتگو کا محور ان سیاسی حالات کا تذکرہ تھا جن کا انجام بنگلہ دیش کے قیام کی صورت میں سامنے آیا۔ ان دنوں پاکستان میں شدید سیلاب آیا ہوا تھا۔ سیلاب کی تباہ کاریوں کے تذکرہ کے دوران سفیر محترم نے حضور کو بتایا کہ جماعت جرمنی نے سیلاب کے امدادی فنڈ میں تین ہزار مارک کا وعدہ کیا ہے اور پانچ سو مارک ادا بھی کر دیئے ہیں۔ اس موقعہ پر حضور نے نائیجیرین احمدی دوست وزیری عبدو کو سفیر صاحب سے متعارف کرواتے ہوئے فرمایا کہ جب میں نائیجیریا گیا تھا تو احمدی نہ ہونے کے باوجود میرے سارے دورے کے دوران انہوں نے اپنی مرسیڈیز کار پیش کی اور پھر خود ڈرائیو بھی کیا اور میری وہاں سے روانگی سے قبل بیعت کر کے جماعت میں شامل ہو گئے۔ اس موقعہ پر ڈاکٹر Klaus کو بھی حضور سے متعارف کروایا گیا۔ ڈاکٹر Klaus ایک ادارے کے سربراہ تھے جو غیر ملکی نان گریجویٹ نوجوانوں کو ہنرمند بنانے کے لئے جرمن کمپنیوں کے نام تعارفی خط جاری کرتا تھا۔ (الفضل 21 ستمبر 1973ء)

سفیر صاحب زیادہ وقت دفتر میں ہونے والی ملاقات میں گزار آئے تھے اس لئے دعوتِ عصرانہ سے تیس منٹ لطف اندوز ہونے کے بعد حضور سے رخصت کی اجازت چاہی۔ حضور چند قدم ان کے ساتھ گئے اور پھر الوداعی مصافحہ کے بعد اپنے خدام کی طرف لوٹ آئے البتہ مکرم چوہدری محمد علی صاحب اور مکرم ظہور احمد باجوہ صاحب، سفیر صاحب کو رخصت کرنے ان کی کار تک گئے۔

16 ستمبر 1973ء کے الفضل میں شائع ہونے والی رپورٹ میں صرف یہ درج ہے کہ ایک ملک کے سفیر حضور سے ملاقات کے لئے تشریف لائے اور اس ملاقات پر آدھی صدی سے زیادہ وقت گزر چکا اس لئے میں نے تفصیل سے اس ملاقات کا ذکر کر دیا ہے۔

حضور کی ایک اہم نصیحت

حضور نے خدام کی طرف لوٹ آنے کے بعد مکرم انوری صاحب سے پوچھا کہ مسجد کی تعمیر کی فائل کہاں ہے۔ مکرم انوری صاحب نے جواب میں عرض کیا کہ مسجد نور کی تعمیر کے تمام مراحل کی نگرانی ہمبرگ سے کی جا رہی تھی اس لئے اصل فائل تو ہمبرگ میں ہے۔ البتہ مسجد تعمیر کرنے والی کمپنی کا دفتر قریبی شہر Bad Vilbel میں ہے جہاں سے کل نقل حاصل کی جاسکتی ہے۔ حضور نے فرمایا نہیں اس کی ضرورت نہیں۔ پھر وہاں موجود دوستوں سے پوچھا کہ کسی کا قدم ایک میٹر کے برابر ہے۔ ساتھ ہی

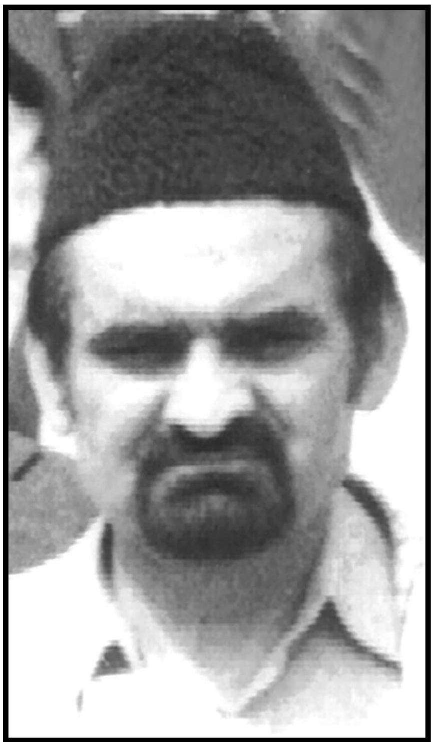

مکرم محمد اسمٰعیل خالد صاحب

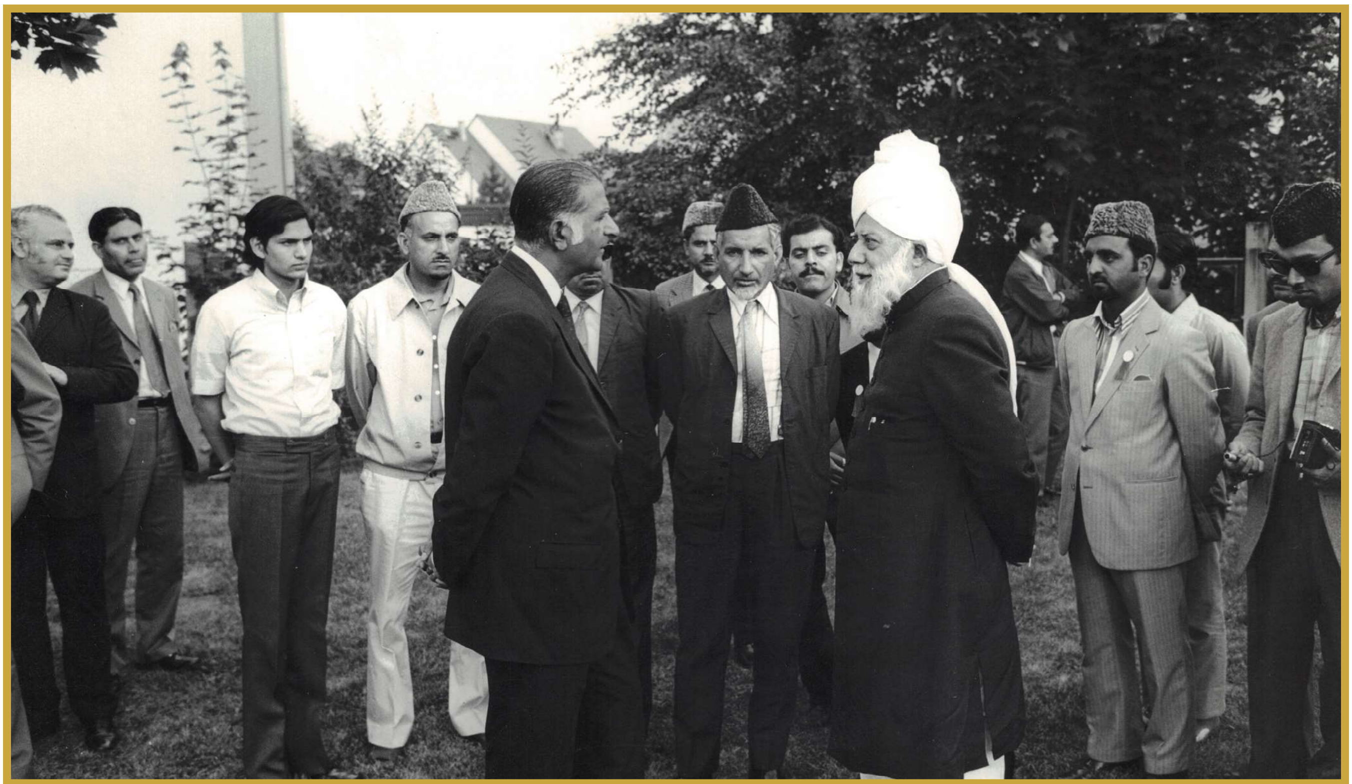

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی مسجد نور فرانکفرٹ کے لان میں سفیر پاکستان متعین جرمنی جناب سجاد حیدر صاحب سے ملاقات کا ایک منظر (1973) درمیان میں محترم چودھری ظہور احمد باجوہ صاحب کھڑے ہیں۔

پنجابی زبان میں مکرم محمد اسمٰعیل خالد صاحب سے مخاطب ہوئے کہ ''تہاڈا قدم اک میٹر دا نئیں'' انہوں نے پنجابی میں ہی جواباً عرض کیا کہ عام چال میں تو تھوڑا چھوٹا ہے لیکن اس کو ایک میٹر تک بڑھایا جاسکتا ہے۔اس پر حضور نے ان سے فرمایا کہ لمبائی اور چوڑائی کے رخ زمین کی پیائش کریں۔چنانچہ محمد اسمٰعیل خالد صاحب نے حضور کے حکم پر زمین کی پیائش کر کے بتائی۔اس پر حضور نے اپنی طرف سے ایک Calculation کی جس کو وہاں موجود سب احباب نے دیکھا۔اس کے بعد حضور نے مسجد کی چار دیواری کی جگہ جو تاروں کی باڑ لگی ہوئی تھی اس کے ساتھ ساتھ اس طرح چلنا شروع کیا جیسے کوئی جائزہ لے رہے ہوں۔تینوں اطراف کا جائزہ لینے کے بعد حضور مسجد کے عقب میں لگی باڑ پر دوبارہ تشریف لے گئے اور وہاں موجود افراد کو اس جگہ پر بلایا۔یہ وہ جگہ تھی جہاں دونوں طرف سے آنے والی باڑ کا ملاپ ہوتا ہے۔اس ملاپ کی جگہ پر چند ملی میٹر کا خلا تھا۔دونوں طرف سے آنے والی باڑ آگے پیچھے تھیں۔اس جگہ پر کھڑے ہو کر حضور نے فرمایا کہ ان کو یہاں پر آپس میں ملا ہوا ہونا چاہئے۔اب یہ معلوم نہیں ہو رہا کہ ہماری طرف کی باڑ ہمسایہ کی زمین میں چلی گئی ہے یا ہمسایہ نے ہماری چند ملی میٹر زمین ہتھیا لی ہے۔لیکن یہ اتنا چھوٹا خلا ہے کہ غلطی سے ایسا ہو جانے کا امکان زیادہ ہے۔حضور نے دریافت فرمایا کہ ہمسایہ کون ہے۔انوری صاحب نے عرض کی کہ میڈیکل ڈاکٹر ہے۔حضور نے فرمایا کہ اگر تو اس نے باڑ لگاتے وقت بے احتیاطی کی تو میں یہ چند ملی میٹر زمین اس کو معاف کرتا ہوں تا کہ گنہگار نہ رہے اور اگر ہم سے بے احتیاطی ہوئی ہے تو آپ درست کروالیں۔لیکن یہ اتنی بڑی بات نہیں جس طرح مجھ سے بیان کی گئی کہ مبلغ سو رہا ہے اور ہماری زمین پر قبضہ ہو گیا ہے۔اس وقت حضور کے چہرے پر ناراضگی کے آثار نمایاں تھے اور حضور نے وہاں موجود ایک خادم کو بنظر غور دیکھتے ہوئے فرمایا کہ خلیفہ وقت کے آگے بات بڑھا چڑھا کر نہیں پیش کرنی چاہئے بلکہ اصل حقیقت ہی بیان کرنی چاہئے۔

اس وقت ماحول خاصا سنجیدہ ہو گیا لیکن مکرم انوری صاحب نے ہمت کر کے عرض کی کہ حضور میں نے ماہ اکتوبر میں مشن کا چارج لیا ہے اور یہ باڑ اس سے پہلے لگ چکی تھی۔میں اس کا ازسرنو جائزہ لے کر درست کروا دوں گا۔حضور نے فرمایا مجھ تک بات اس طرح پہنچی تھی کہ مجھے فکر ہوئی۔اب میں وہ پارٹ ہمسایہ کو معاف کر چکا ہوں۔یہ کہہ کر حضور اندرون خانہ تشریف لے گئے۔ہم خدام کے لئے اس روز کی خوشگوار شام ذرا بوجھل ہو گئی۔برادرم محمد اسمٰعیل خالد صاحب نے اس دوست کے ساتھ حساب چکانے کی اپنی کوشش جاری رکھی جن کو غور سے دیکھتے ہوئے حضور نے فرمایا تھا کہ خلیفہ وقت کے آگے بات بڑھا چڑھا کر نہیں پیش کرنی چاہیے بلکہ اصل حقیقت ہی بیان کرنی چاہئے۔شام کو حضور نے Henningerturm پر Revolving ریستوران میں کھانا کھانے کا فیصلہ فرمایا۔حضور نے ممبران قافلہ کے علاوہ مکرم فضل الٰہی انوری صاحب اور نائیجیرین احمدی دوست وزیری عبدو صاحب کو بھی کھانے پر ساتھ مدعو فرمایا۔(الفضل 21 ستمبر 1973ء)

اگلے روز 24 اگست کو صبح دس بجے حضور معہ قافلہ زیورک تشریف لے گئے۔واپسی پر آسٹریا میں ایک رات قیام کے بعد جرمنی میں داخل ہوئے اور رات Hannover میں ہوٹل میں قیام فرمایا اور اگلی صبح Hannover سے ساحلی شہر Puttgarden تشریف لے جا کر بذریعہ فیری ڈنمارک تشریف لے گئے۔